ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.3 2024

قوتِ گویائی سے محروم افراد کے ساتھ معاشرتی رویے اور ان کے متعلق شرعی احکام: تحقیقی جائزہ

Societal Attitudes and Islamic Directives
A Research Review on the Deaf Community

ڈاکٹر محمد مہربان باروی : اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، کلیۂ معارف اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، کراچی

نصیر احمد : ایم فل ریسرچ اسکالر، شعبۂ اسلامیات، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، کراچی

Abstract

The principal purpose of this thesis is to examine the religious obligations and legal considerations (Fiqah) related to the deaf community, grounded in Islamic Shariah, while also addressing their beliefs, rituals, and social issues. Although societal challenges, such as discrimination and social marginalization, are considered, the primary focus remains on interpreting Islamic jurisprudence specific to the deaf community. Referencing primary sources from Hadees (Prophetic traditions) and Fiqh (Islamic jurisprudence), particularly from the Hanafi school of thought (Fiqah-e-Ahnaf), the study seeks to carve out a feasible legal and societal framework under Shariah to enable the deaf community to function on an equitable basis. This framework is intended to facilitate their integration into society without exclusion.

This research holds special significance as the first comprehensive work dedicated to addressing Shariah issues unique to the deaf, presenting practical, religiously rooted solutions. The findings also reveal untapped potential for further scholarly work to support and integrate people with disabilities within the scope of Islamic law. The thesis thus represents a novel effort to address the intersection of disability, religious obligations, and social rights within the enabling framework of Shariah, contributing to a deeper understanding of Islamic thought in relation to the rights of individuals with disabilities.

Keywords: *Deaf Community, Islamic Shariah, Disability Rights, Social Integration*

تعارف موضوع

یہ مقالہ اخرسین (قوتِ گویائی سے محروم افراد) کو پیش آنے والے شرعی اور معاشرتی مسائل کے حوالے سے ہے، جس میں ان کے دونوں قسم کے مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، مقالہ کے بنیادی مآخذ حدیث اور فقہ ہیں، اور فقہ میں فقہ احناف کو ترجیح دی گئی ہے، شرعی مسائل میں قبول اسلام، عقائد، نماز، تلاوت، نکاح اور طلاق وغیرہ کا ذکر کر کے اسکا حل پیش کیا گیا ہے، جبکہ معاشرتی مسائل میں استہزاء، احساس کمتری، تعلیمی اداروں کا فقدان اور دیگر معاشرتی رویوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور شریعت کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا گیا ہے، تاکہ معاشرہ کے یہ افراد بغیر کسی امتیاز کے عام لوگوں کی مانند اپنی زندگی گزار سکیں۔ یہ مقالہ اس اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس موضوع پر اس سے قبل جامع کام نہیں ہوا ہے، اس مقالے میں ان مسائل کو یکجا کیا گیا ہے، جسکی وجہ گونگوں کے لیے ان مسائل تک رسائی آسان ہوگئی ہے۔ تحقیق کا ذوق رکھنے والے اس مقالے کو پڑھنے کے بعد اس موضوع پر مزید کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں اور معاشرہ کے دیگر خصوصی افراد کو پیش آنے والے ہر قسم کے شرعی و معاشرتی مسائل اور انکے ادراک کے لیے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں ایک جامع حل پیش کر سکتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اہمیت موضوع

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا اور اسے ایسی عمدہ صفت عطا فرمائی جو اسے دیگر سے ممتاز کر دیتی ہے یعنی اسکا نطق وبیان، جسے ذاتِ باری تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمایا:

ٱلرَّحۡمَٰنُ ١ عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَ ٢ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ ٣ عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ ٤

"وہ رحمان ہی ہے (۱) جس نے قرآن کی تعلیم دی (۲) اسی نے انسان کو پیدا کیا (۳) اسی نے اس کو بات واضح کرنا سکھایا (۴)"[1]

آیات مذکورہ میں جہاں انسان کی تخلیق کا ذکر ہے وہاں اللہ تعالیٰ اس پہ اپنی نعمت کا امتنان قوت گویائی سے فرمارہے ہیں اور یہی قوت بیان ہے جو انسان کو دوسرے حیوانات سے تعریف میں ممتاز کرتی ہے چنانچہ مناطقہ نے انسان کی تعریف ہی اس حیوان سے کی ہے جو "ناطق" ہو یعنی جو گویائی کر سکے[2]۔

زبان کا استعمال انسان کے لیے نہ صرف دنیوی امور میں کارآمد ہے بلکہ شریعت کا ایک بہت بڑا حصہ تکلم وکلام پہ موقوف ہے چناچہ علماء متکلمین نے ایمان کے لیے اقرار باللسان کو شرط گردانا ہے، علم العقائد کی مشہور کتاب "شرح العقائد" میں لکھا ہے:

"(ترجمہ) اور جمہور اس بات کی طرف گئے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار باللسان اس کے لیے شرط ہے دنیاوی احکام کے اجراء کے لیے، کیونکہ تصدیق قلبی ایک پوشیدہ چیز ہے اس پہ کسی علامت کا پایا جانا ضروری ہے"[3]۔

گویا نطق انسانی زندگی کا اہم حصہ ہے اور اس سے محرومی انسان کے لیے کافی امور میں مشکلات کا سبب ہے اور اخرس (گونگا) آدمی اپنے جی میں کئی پریشانوں کا متحمل ہے، دنیاوی امور میں پیش آمدہ مسائل اپنی جگہ لیکن ایک گونگا شخص اگر اپنی زندگی کو مکمل شرعی ضابطوں کے تحت گزارنے کا متمنی ہو تو اسے کئی مواقع پہ اپنی معذوری کی بنا پر رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایمانیات سے لیکر عبادات تک چونکہ شریعت اسلامی کا ایک خاطر خواہ حصہ زبان وکلام پر مشتمل ہے اس لیے ضروری ہے کہ جو لوگ اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہوں ان کے لیے مکمل شرعی راہنمائی کو سامنے لایا جائے تاکہ شریعت مطہرہ سے (جو کہ کامل ومکمل ہے اور اسکے احکامات سے کوئی طبقہ باہر ومحروم نہیں) یہ لوگ آسانی سے استفادہ کر سکیں اور اپنی زندگیوں کو احکامات شریعت کا پابند ہو کر گزار سکیں۔

فی زمانہ جیسے جیسے دنیا کی آبادی ترقی کے راہ پہ گامزن ہے یوں ہی معذور افراد کا تناسب بھی بڑھتا چلا جارہا ہے عام جسمانی معذور شخص کے احکامات معدودے چند ہیں اور وہ واضح ہیں مثلا کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکنے والا بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے، لیکن گونگے آدمی کے لیے جگہ جگہ مسائل کا سامنا بڑھتا چلا جاتا ہے، دوسری طرف چونکہ معذور افراد کے حوالہ سے ہمارا معاشرتی رویہ ایک حد تک افسوسناک ہے، عموماً والدین ایسے بچوں کو قبول کرنے میں کافی دیر کر دیتے ہیں جسکا لازمی نتیجہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے بچے اپنے جائز تعلیمی حقوق سے بھی محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں خواہ وہ دینی تعلیم ہو یا دنیاوی، اور پھر یہ بچے چاہتے ہوئے بھی کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتے ہیں لہذا اسی صورتحال کو دیکھ کر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ایک ایسا مقالہ تشکیل دیا

---

[1] مفتی محمد تقی عثمانی، **آسان ترجمہ قرآن** (مکتبہ معارف القرآن) 1649

[2] "الانسان: ھو الحیوان الناطق" السید الشریف الجرجانی، **التعریفات**، (المکتبۃ الحمادیہ۔ کراتشی) ص 34

[3] امام سعد الدین تفتازانی النسفی [722-792]، **شرح العقائد النسفی**، (مکتبہ علوم اسلامیہ پشاور) ص 91

جائے جو ایسے افراد کی بروقت راہنمائی کرے اور جسے پڑھنے کے بعد ایک گونگا آدمی کم از کم دینی امور میں کسی قسم کی محرومی کا شکار نہ ہو اور بلا کسی تامل کے اپنی عبادات اور اپنے معاملات کو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں ادا کر سکے۔

اس مقالہ میں دورانِ تحقیق مختلف فقہاء کی آراء کو ذکر کیا جائے گا البتہ چونکہ راقم خود ایک حنفی المسلک ہے اور ہمارے پاک وہند کا زیادہ تر مسلمان طبقہ فقہ حنفی پہ کاربند ہے اسی لیے فقہ حنفی کو بطور راجح مسلک کے پیش جائے گا، لیکن مسئلہ کے حوالہ سے حتی الامکان دیگر فقہاء کی آراء کو بھی ذکر کیا جائے گا تاکہ پڑھنے والا ایک مسلک کا پابند نہ ہو۔

چونکہ گونگوں کے مسائل کے حوالہ سے اب تک اردو زبان میں یکجا طور پر کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا ہے یقینا فتاویٰ جات میں اس حوالہ سے مسائل ضرور موجود ہیں لیکن ایک تو وہ جزئیات ہیں فقط، اور دوم وہ یکجا نہیں ہیں بلکہ کوئی مسئلہ فتاویٰ کی کسی کتاب میں دستیاب ہے تو کوئی مسئلہ کہیں، اور بعض مسائل ایسے ہیں جو ابھی تک فتاویٰ جات کے زینت ہی نہیں بنے ہیں، اس لیے ایک عام آدمی کے لیے فتاویٰ سے بکھرے مسائل اخذ کرنا اور وہ بھی نامکمل مسائل کہ جسمیں کچھ اہم مسائل کا ذکر تک نہ ہو ایک مشکل کام ہے اسی لیے یہ مقالہ اس طرز پہ لکھا جائے گا کہ اسمیں تمام ضروری مسائل کو یکجا کیا جائے گا تاکہ ایک ہی رسالہ اپنے موضوع پہ کافی وشافی ہو۔ واللہ المتم

الاخرس (گونگے) کی تعریف

گونگوں کے احکام جاننے سے قبل ضروری ہے کہ ہم گونگے کی تعریف سمجھ لیں کہ گونگے کا اطلاق کن لوگوں پہ ہوتا ہے، گونگا جسے عربی زبان میں اخرس کہا جاتا ہے، لسان العرب میں اخرس کی تعریف یوں لکھی ہے:

"الاخرس: ذهاب الكلام عيّاًأوخلقةً، ومنه خَرِسَ خرساً وهو أخرس"[4]

ترجمہ: خرس یعنی گونگا پن کہا جاتا ہے کہ انسان کی بولنے کی صلاحیت کا ختم ہو جانا آفت کی وجہ سے یا پیدائشی طور پہ، اور اسی سے ہے خَرِس (وہ گونگا ہوا) خرساً (گونگا پن) اور اخرس (گونگا) عربی لغت کی مشہور کتاب 'تاج العروس' میں بھی گونگے کی تعریف اسی طرح کی گئی ہے۔[5]

لہذا گونگا اسے کہا جائے گا کہ جس کی بولنے کی صلاحیت ابداً ختم ہو چکی ہو خواہ وہ پیدائشی ہو یا بعد میں کسی عارضہ کی وجہ سے ہو۔

شریعت کا قوتِ گویائی سے محروم افراد کے حوالہ سے معاشرتی رویہ کی راہنمائی:

اسلام ایک دین فطرت ہے اور اس نے فطرت ہی کو مدنظر رکھ کر لوگوں کی قدم بقدم راہنمائی فرمائی ہے، اسلامی احکامات سے دوری کا نتیجہ ہی ہے کہ آج ہمارا معاشرہ اخلاقی حوالہ سے زوال پذیر ہے، چنانچہ جب دور نبوت میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو کمزور مسلمانوں کی رکھوالی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک یہ تمھارے کمزور بھائی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تمھاری مدد فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے:

4 العلامة جمال الدین ابی الفضل محمد بن مکرم ابن منظور (م 711ھ) **لسان العرب**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان) 4/174

5 "منعقد اللسان عن الکلام عیّاً أوخلقۃ" ابو فیض الحسینی الواسطی محمد مرتضیٰ، **تاج العروس**، (دار الفکر، بیروت لبنان)

"هل تُنصرون وتُرزقون اِلّا بضُعفائكُم"[6]

تمھاری مدد نہیں ہوتی اور تمھیں رزق نہیں دیا جاتا ہے مگر تمھارے کمزوروں کے ہی وجہ سے

حدیث مذکورہ میں کمزوروں کو (جن میں ہر طرح کے معذور بھی شامل ہیں) مدد اور فراخی رزق کا ذریعہ قرار دیا جسمیں سبق ہے عام لوگوں کے لیے کہ وہ ایسے افراد کو بجائے اپنے لیے ایک بوجھ سمجھنے کے انہیں اپنے رحمت وبرکت کا ذریعہ سمجھے کیونکہ اللہ انہیں لوگوں کی وجہ سے اس گھر والوں کی مدد فرماتے ہیں اور انکی روزی میں برکتیں نازل فرماتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ اللہ کے قریب ہوتے ہیں اسی لیے انکی دعاؤں میں قبولیت کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اسی طرح ابتداء اسلام میں جیسے دنیا کا عام دستور تھا کہ لوگ معذورین کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھ کر کھانے سے کتراتے تھے اور ان لوگوں سے دور رہتے تھے، اسی طرح معذوورین بھی عام لوگوں سے خود کو دور رکھتے تھے کہ کہیں ہماری وجہ سے وہ تکلیف سے دوچار نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں کہ معذورین عام لوگوں کے ساتھ مل بیٹھ کر کھائیں اور عام لوگ انکے ساتھ مل بیٹھ کر کھائیں چنانچہ سورۃ النور کی آیت ہے:

لَیس عَلی الأعمٰی حرجٌ وَّلاعلیٰ علَی الأعرجِ حرجٌ وَّلاعلیٰ المرِیضِ حرجٌ وَّ لاعلیٰ أنفُسِکُم أن تأکُلوامِن بُیوتکُم أو بُیُوت آبائکُم أو بُیوت أُمّھاتِکُم۔۔۔الی آخرالآیۃ[7]

(ترجمہ) نہ کسی نابینا کے لیے اسمیں کوئی گناہ ہے، نہ کسی پاؤں سے معذور شخص کے لیے کوئی گناہ ہے، نہ کسی بیمار شخص کے لیے کوئی گناہ ہے، اور نہ خود تمھارے لیے کہ تم اپنے گھروں سے کچھ کھالو، یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے۔۔۔[8]

بہر حال یہ حدیث وآیت عام ہے اسمیں گونگوں کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے لیکن عموم حکم کی وجہ سے اسمیں ظاہر ہے گونگے بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی اپنی قوی جسمانیہ کے حساب سے کمزور ہیں کہ وہ تعلیم، تعلم، افہام وتفہیم وغیرہ میں دوسروں کے محتاج ہیں، آیت اور حدیث کا خلاصہ دو باتیں نکلتی ہیں: ایک تو معاشرہ میں موجود ان گھرانوں کے لوگوں کو تاکید کی گئی ہے کہ جن گھرانوں میں ایسے افراد موجود ہوں تو وہ گھرانے ان افراد کو اپنے لیے موجب رحمت سمجھ کر انکا خیال رکھیں کہ انہیں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس خاندان والوں کی مدد فرماتے ہیں اور انکی رزق میں کشادگی فرماتے ہیں، اور دوم یہ کہ عام لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایسے ہر قسم کے معذور افراد کے ساتھ عام لوگوں کی طرح پیش آئیں انکے ساتھ میل جول رکھیں، کھانے پینے میں اگر عام لوگوں کو شریک کیا جارہا ہے تو ایسے افراد کو بھی شریک کرنے میں حرج نہیں سمجھیں، اور اسی طرح ان خصوصی افراد کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ انہیں بھی خود کو معاشرہ سے علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ بھی عام لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر کھاپی سکتے ہیں اسمیں کوئی حرج والی بات نہیں ہیں۔

---

6 محمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶ھ) **الجامع الصحیح**، باب: من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، (قدیمی کتب خانہ کراچی) 405/1

7 سورۃ النور 61:24

8 مفتی محمد تقی عثمانی، **آسان ترجمہ قرآن** (مکتبہ معارف القرآن) ص:1088

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

استہزاء کا رویہ:

اسلام نے انسانیت کے احترام اور انسان کی عزت و تکریم پہ جس قدر زور دیا ہے شاید کسی مذہب میں اسکی مثال ملتی ہو، انسان بحیثیت انسان انتہائی مکرم و معزز مخلوق ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے معزز و مکرم ہونے کو جا بجا واضح کیا، سورۃ بنی اسرائیل میں فرمان باری ہے:

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہیکہ ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے، اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے، اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔[9]

انسان جس قدر معزز ہے اس قدر اسکی حفاظت بھی ضروری ہے لہذا انسانی جان کی عزت و حرمت پہ قرآن و احادیث کے بے شمار دلائل موجود ہیں ،انسانی جان کی حرمت کے ساتھ ساتھ اسکی عزت نفس کا احترام بھی شریعت میں ضروری ہے لہذا ایک انسان کے لیے شریعت نے یہ روا نہیں رکھا ہے کہ وہ کسی دوسرے انسان کا استہزاء کرے اسکا مزاق اڑائے اور اس قدر سختی سے اس پہ پابندی لگادی ہے کہ قرآن میں جہاں دیگر احکامات میں مرد وعورت کو ایک ہی صیغہ سے تخاطب کیا گیا ہے وہاں استہزاء سے منع کرنے کے لیے مردوں کو الگ صیغہ سے منع کیا اور عورتوں کے لیے الگ ارشاد فرما کر انہیں ایک دوسرے کی استہزاء سے منع کیا، چنانچہ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد باری ہے:

یآ أیُّھاالَّذِین اٰمنُوالایَسخَرقَومٌ مِّن قَومٍ عسَی أن یَّکُونُواخَیرًامِّنھُم ولَانِسَاءٌمِّن نِساۤءٍعسَی أن یَّکُنَّ خَیرًامِّنھُنَّ ۔۔۔الآیۃ[10]

(ترجمہ) اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مزاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ (جن کا مزاق اڑا رہے ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مزاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ (جن کا مزاق اڑا رہی ہیں) خود ان سے بہتر ہوں۔[11]

اس آیت میں غور کریں کہ تمسخر اسلام میں کس قدر ممنوع ہے کہ مردوں کو الگ اور عورتوں کو الگ صیغہ سے تخاطب کر کے منع کیا جارہا ہے، لیکن قارئین کرام اگر ہم اپنے اردگرد ماحول پہ نظر دوڑائیں کہ ہمارا معاشرہ معذور لوگوں کے حوالہ سے کس قدر اخلاقی پستی کا شکار ہے، خاص طور پر گونگے افراد کے حوالہ سے جو رویہ ہم نے اپنایا ہے کہ جہاں کسی کو کوئی گونگا نظر آ جائے ہم میں اکثر افراد طرح طرح کے اشاروں سے انہیں تنگ کر کے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرتے ہیں، اسکی معذوری کو اس کے لیے ایک بوجھ بنا دیتے ہیں محلے کے بچے ایسے افراد کو مسخرہ بنا کر ان سے کھیل رہے ہوتے ہیں اور محلہ کے بڑے (ذمہ دار) یہ سب دیکھ کر مسکرا رہے ہوتے ہیں فیاللاسف، حالانکہ ایسے افراد ہماری توجہ کے زیادہ مستحق ہیں، انکی ہمت افزائی ہماری معاشرتی ذمہ داری ہے لیکن ہمارے ان رویوں کی وجہ سے افسوس کے ساتھ ہمیں یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اکثر ایسے افراد خود کو گھروں تک محدود کر لیتے ہیں، وہ عام لوگوں سے میل جول سے کتراتے ہیں، دوستوں کی محفل ہو یا شادی بیاہ کی تقریبات، اس قسم کے معذور افراد لوگوں

---

[9] ولقدکرّمنابنی آدم وحملنھُم فی البرّوالبحرِورزقنھُم مِّن الطَّیِّبٰت وفَضَّلنٰھُم علیٰ کَثِیرمِّمَّن خَلَقناتفضِیلاً

سورۃ بنی اسرائیل 70:17

ترجمہ: مفتی محمد تقی عثمانی، **آسان ترجمہ قرآن** (مکتبہ معارف القرآن) ص:876

[10] سورۃ الحجرات 11:49

[11] مفتی محمد تقی عثمانی، **آسان ترجمہ قرآن** (مکتبہ معارف القرآن) ص:1584

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

سے الگ تھلگ گھروں میں ہی رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ اسلامی تعلیمات اسکے بالکل برعکس ہے اسلام میں عزت اور شرافت کا دارومدار صرف تقویٰ پر ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ جس بندہ کی معذوری پہ ہم اسکا تمسخر اڑا رہے ہیں عنداللہ اسکا کیا مقام و مرتبہ ہے، لہذا بحیثیت انسان اور پھر خصوصاً مسلمان ہونے کے ناطے ہم پہ یہ دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایسے افراد کی معذوری کو انکی مجبوری سمجھنے کے بجائے اسے اللہ کی تخلیق سمجھ کر اپنی صحت مندی پہ شکر بجالا کر ایسے افراد کے ساتھ مساویانہ سلوک اختیار کریں، اپنے محلوں، گھروں، عبادت خانوں اور کھیل کے میدانوں میں ان افراد کو خصوصی توجہ دیں اور معذوروں کے ساتھ تمسخرانہ رویہ سے پیش آنے والے افراد کی حوصلہ شکنی کریں، لوگوں کو اس شعور کی آگاہی دیں کہ گونگے ہوں یا دیگر معذورین وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں بلکہ وہ ہم سے زیادہ قابل توجہ ہیں لہذا انکے ساتھ ہر طرح سے عزت و تکریم سے پیش آنا ہم سب کی دینی و معاشرتی ذمہ داری ہے۔

احساس کمتری دلانا:

گونگوں و دیگر عام معذورین کے حوالہ سے ایک عمومی معاشرتی رویہ جو دیکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس گھر میں ایسے خصوصی افراد موجود ہوتے ہیں تو وہ گھر کے افراد ایسے بچوں کو ابتداء سے ہی اپنے لیے ایک بوجھ محسوس کرتے ہیں اور ہر دوسری مجلس میں ایسے بچوں کو لیکر رونا دھونا شروع کر دیتے ہیں، دوسری طرف وہ اپنی صحت مند اولاد اور خصوصی بچوں میں بہت فرق کرتے نظر آتے ہیں مثلاً تعلیم کے حوالہ سے ہی دیکھا جائے تو ان بچوں کے کیئریر کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے جاتے ہیں، حالانکہ والدین کے لیے اپنے بچوں کے مابین فرق کرنا ازروئے شرع جائز نہیں ہے چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث ہے:

نعمان بن بشیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے کچھ مال ہبہ (گفٹ) کیا، تو میری والدہ عمرۃ بن رواحہ نے کہا کہ میں اس ہبہ پہ اس وقت راضی نہیں ہوں گی جب تک آپ نبی کریم ﷺ کو اسکا گواہ نہ بنالیں، تو میرے والد مجھے لیکر آپ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے تاکہ وہ آپ ﷺ کو اسکا گواہ مقرر کرلیں، آپ ﷺ نے میرے والد سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے سب بچوں کو اس طرح کا گفٹ دیا ہے؟ میرے والد نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، تو میرے والد نے رجوع کرلیا اور یہ گفٹ واپس لے لیا۔[12] ایک حدیث میں اسے ظلم بھی کہا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس ظلم پہ گواہ نہیں بن سکتا ہوں، یہ حدیث ان والدین کے لیے نصیحت ہے جو اپنے خصوصی بچوں اور عام بچوں میں نمایاں فرق کرتے ہیں، اولاد میں نمایاں فرق کرنے کے علاوہ دیگر سرگرمیوں میں ایسے بچوں کو شامل نہیں کیا جاتا ہے، کھیل کے میدان ہوں یا خاندان کے خوشی و غمی کے اجتماعات والدین ایسے بچوں کو اس لیے بھی ساتھ لے جانے سے کتراتے ہیں کہ وہاں موجود افراد ان بچوں کو دیکھتے ہیں ان پہ رحم کھانا شروع کر دیتے ہیں اور والدین سے تعزیت شروع کر دیتے ہیں جس سے تنگ آکر والدین ایسے بچوں کو

---

12 "عَنِ النُّعمَانِ بن بَشِيرٍ قَالَ تصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعضِ مالِه فقالَت أُمّی عمرة بنت رواحَة لا أَرضٰى حتّٰى تُشهِدَ رسُول الله ﷺ فانطَلقَ أَبِي الی النبيِّ ﷺ ليُشهِدهُ علىٰ صدقتی فقال له رسُولُ الله ﷺ أَفعَلت هٰذا بولدِک كُلِّهِم ؟ قال لا. قال اِتَّقُوا الله واعدلُوا فی أولادكُم. فرجع أَبِي فرَدَّ تلکَ الصّدقة"

مسلم بن الحجاج القشیری، **صحیح لمسلم**، باب: کراھیۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ، (قدیمی کتب خانہ) 37/2

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

خود ہی گھروں تک محدود کرلیتے ہیں، اوران تمام اقدامات سے وہ بچہ ہر طرف سے احساس کمتری کا شکار ہونے لگتا ہے، وہ خود کو ایک مجرم اوراپنی معذوری کو اپنا جرم سمجھ کرخود کوایک دائرہ کار کے اندر محدود کرلیتا ہے، جبکہ اسکے بالمقابل اگر ہم مغربی ممالک کی طرززندگی پہ ایک نظر دوڑائیں تووہاں معاشرہ کے ایسے خصوصی افراد کے لیے ہر جگہ خصوصی اقدامات کیے جاتے ہیں، اوروہاں ایسے افراد عام لوگوں میں گھل مل کر ایک عام زندگی گزاررہے ہوتے ہیں، ریاست ایسے افراد کے لیے ہر جگہ سہولت پیدا کرتی ہے تاکہ کسی مقام پہ یہ افراد کو خود معاشرہ سے کٹا ہوا محسوس نہ کریں، آپ کو باہر ممالک میں کئی افراد وہیل چیئر پہ بیٹھے بھرے بازاروں میں اکیلے گھومتے نظر آتے ہوں گے، لیکن ہمارے معاشرہ میں اسکا تصور بھی تقریباً ناممکن ہے، لہذا بحیثیت ایک مسلمان معاشرہ یہ ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے بچوں کو بجائے کمتری کا احساس دینے کے انہیں اپنے ساتھ لیکر چلیں، انہیں معاشرہ کا ایک عام فرد بنائیں، ان میں اور دیگر بچوں میں فرق ختم کرکے انہیں بھی عام بچوں کی صف میں کھڑا کریں اوراگر کہیں ہمیں ایسے افراد سے سامنا کرنا پڑیں تو ہر لمحہ ان سے ہمدردی کرکے انہیں معذوری کا احساس دلائے بغیر ایک نارمل فرد کی انہیں پیش آئیں تاکہ وہ خود کو بھی ایک عام فرد سمجھ کر ہی آگے بڑھنے کی کوشش ولگن میں مصرف رہیں۔

تعلیمی میدان میں قوت گویائی سے محروم افراد کے لیے نامکمل وسائل:

انسان کے لیے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونا کس قدر اہم ہے خاص طور پہ فی زمانہ جب ہر طرف دنیا علمی اعتبار سے آئے روز نت نئے میدان میں جھنڈے گاڑ رہی ہے وہاں ایک شخص کا تعلیم سے محروم رہنا اس کے لیے کس قدر تکلیف دہ ہو سکتا ہے، اور پھر جب وہ بندہ کوئی عام انسان بھی نہ ہو بلکہ ایک معذور شخص جو سماعت سے محروم ہو، بصارت سے محروم ہو، گویائی سے محروم ہو، جو آئے روز معاشرتی رویہ کا شکار ہو رہا ہو تو تعلیم سے محرومی اسکی تکلیف کو دوگنا کردیتی ہے۔

سب سے پہلے بحیثیت ریاست سرکار کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایسے افراد کے لیے تعلیمی اداروں کا قیام وجود میں لائے، اورخانہ پری کے بجائے حقیقی کام کرے کیونکہ ہماری ذراسی بے توجہی ان افراد کی زندگی کواجیرن کردیتی ہے، کیونکہ ریاست کا کام لوگوں کی اصلاح وبہبود کے لیے کام کرنا ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر کا حال دیکھ لیجیے کہ کفار قیدیوں میں سے جن کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی ان کی یہ ذمہ داری مقرر کی گئی کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھائی سکھائے، مسند احمد کی روایت ہے:

> "عَن ابنِ عَبّاسٍ، قال: كَانَ نَاسٌ مِّنَ الأسرَى يَومَ بدرٍلَم يكُن لَّهُم فِداءٌ، فجَعَلَ رسُولُ اللهِ ﷺ فِداءَهُم أن يُعَلِّمُوا أولادَ الأنصارِ الكِتَابَةَ"[13]
>
> حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: غزوۂ بدر میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جن کے پاس فدیہ نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے ان کا فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھائی سکھائیں گے، حدیث بالا ریاست کو اسکی ذمہ داری سے آگاہ کررہی ہے کہ رعایا کی تعلیم سے اسے غافل نہیں رہنا چاہیے بلکہ ان کی تعلیم کے لیے مناسب اقدامات بروئے کار لانا ضروری ہے، اورچونکہ رعایا کی فہرست میں صحیح ومعذور کی کوئی تمیز نہیں کی گئی ہے اسی لیے ایسے افراد کی تعلیمی ذمہ داری سب

---

[13] احمد بن حنبل، **مسند احمد**، (ط الرسالۃ) رقم الحدیث 2216، 2/92

سے پہلے سرکار کے کندھوں پہ آتی ہے، اس وقت ایک سروے کے مطابق پاکستان میں تقریباً ایک کروڑ (۱۰ ملین) افراد قوت گویائی سے محروم ہیں،[14] ان افراد کے لیے اعلیٰ تعلیمی اداروں کا قیام حکومت وقت کی انتہائی اہم ذمہ داری ہے، اگرچہ اس میدان میں حکومت اور کچھ پرائیویٹ آرگنائزیشنز کام کر رہی ہیں لیکن گونگوں کی تعداد کے تناسب سے وہ کام انتہائی توجہ طلب ہے۔

گونگوں کی تعلیمی ذمہ داری دوسرے نمبر پہ والدین کی ہیں کیونکہ اولاد کی تعلیم وتربیت والد کی بنیادی ذمہ داری ہے چنانچہ "بیہقی" کی روایت ہے:

(ترجمہ) حضرت عثمان الحاطبی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے سنا وہ ایک آدمی سے فرما رہے تھے: اپنے بیٹے کو ادب سکھلاو، کیونکہ آپ سے سوال ہوگا اپنے بیٹے کے بارے میں کہ آپ نے اسے کیا ادب دیا اور کیا تعلیم دی؟ اور بیشک آپ کے بیٹے سے سوال ہوگا آپکی فرمانبرداری اور اطاعت کے بارے میں۔[15]

یہ روایت عام ہے اولاد کی تعلیم کے حوالہ سے جسمیں والد کی ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ اپنی کو اچھی تعلیم دے، لیکن عموماً ہمارا معاشرہ جس قدر زور صحت مند اولاد کی تعلیم وتربیت پہ لگاتا ہے اسکا دسواں حصہ بمشکل گونگی یا معذور اولاد پہ لگاتا ہے، اسی لیے آج آپکو گونگوں کی زیادہ تر تعداد محنت مزدوری کرتی نظر آئیں گی ان میں سے بہت ہی کم افراد ایسے ہوں گے جو کسی پیشہ ورانہ تعلیم سے آراستہ ہو کر بڑے مناصب تک پہنچ سکیں، حالانکہ گونگے افراد تعلیم حاصل کرنے کی صلاحیت سے مالامال ہوتے ہیں لیکن ہماری عدم توجہ انہیں کئی میدانوں میں ناکام بنادیتی ہے، والدین کے لیے شرعاً یہ روا نہیں کہ وہ اولاد کے درمیان اس قسم کا امتیازی سلوک کرے جیسا کہ ماقبل میں مسلم شریف کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے جسمیں اولاد کے درمیان عدل وبرابری کا حکم آیا ہے، چنانچہ والد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اگر اسکی میں کوئی گونگا بچہ ہو یا کسی بھی قسم کا معذور بچہ ہو اسے ہر ممکن تعلیم دلا کر معاشرہ کا ایک متحرک فرد بنائے اسے اس حال میں نہ چھوڑے کہ وہ ہر قسم کے علم سے نابلد لوگوں کا محتاج بن کر زندگی گزار تا رہے اور اسکے اعزہ اسے اپنے لیے ایک بوجھ محسوس کریں۔

گونگوں کی تعلیم کی ایک ذمہ داری دینی تعلیمی اداروں اور مدارس کی بھی ہے، کیونکہ ہمارے ہاں عموماً اگر ایسے افراد کو کسی درجہ میں تعلیم دینے کا انتظام کیا بھی جاتا ہے تو اسمیں فقط دنیاوی تعلیم، یا ہنر وغیرہ سکھانے پہ ہی توجہ کی جاتی ہے ایسے افراد کی دینی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس حوالہ سے ہمارے مدارس اور دینی مراکز میں کوئی ترتیب نہیں ہے، حالانکہ اس حوالے سے مدارس کو باقاعدہ فعال ہونے کی ضرورت ہے کہ وہ ایسے افراد کے لیے ایک دینی نصاب مقرر کریں جسمیں انکی مبادیات کو گھیر اجائے اور اسکے لیے ہر مدرسہ میں کم از کم ایک استاذ مقرر کیا جائے جو معاشرہ کے ان محروم افراد کو ساتھ لیکر انہیں دینی تعلیم سے آراستہ کریں، تاکہ یہ افراد اپنے دینی فرائض کو سہل طریقے سے ادا کر سکیں۔

---

[14] کشف علوی، ڈیلی ٹائم، ۲۳ جنوری ۲۰۲۲

[15] "عن عثمان الحاطبی، قال سمعت ابن عمر یقول لرجل: أدّب ابنک، فإنک مسئول عن ولدک، ماذا أدّبتہ وماذا علّمتہ؟ وإنّہ مسئول عن برک وطواعیتہ لک"
ابو بکر البیھقی، بیھقی فی شعب الایمان، (ط: الرشد) رقم الحدیث 8295، 11/135

قوتِ گویائی سے محروم شخص کے لیے اسلام قبول کرنے کا طریقہ:

گونگا شخص اسلام کیسے قبول کرے گا اس بارے میں چونکہ صریح نصوص موجود نہیں البتہ کچھ دلائل کو سامنے رکھ کر فقہاء نے اجتہاد کیا ہے کہ چونکہ گونگے کے لیے تکلم باللسان ممکن نہیں اسی لیے اسکے حق میں اشارہ یا کتابت نطق کے قائم مقام ہوگا اور اشارہ کے معتبر ہونے پہ انکا مستدل وہ حدیث ہے کہ جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

"(ترجمہ) ہم امی قوم ہیں، لکھتے پڑھتے نہیں، مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے (ہاتھ سے اشارہ فرمایا) یعنی ایک دفعہ انتیس کا اور ایک دفعہ تیس کا اشارہ فرمایا۔[16] حدیث مذکورہ میں نبی کریم ﷺ نے ہاتھ کا اشارہ فرمایا اور باقاعدہ اسکے معتبر ہونے پہ کلام فرمایا جیسا کہ حدیث کا ابتدائیہ دال ہے ،لہذا فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ گونگا شخص اگر اشارہ سے اسلام قبول کرلے تو اسکا اسلام معتبر مانا جائے گا چناچہ مسند احمد کی حدیث ہے:

> "ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک گونگی باندی لیکر حاضر ہوا اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول: بیشک مجھ پہ ایک مسلمان گردن آزاد کرنا لازم ہوچکا ہے ،(کیا میں اسے آزاد کرسکتا ہوں) تو رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا، پھر نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ میں کون ہوں؟ تو اس نے پہلے نبی کریم ﷺ کی طرف اور پھر آسمان کی جانب اشارہ فرمایا، یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے آزاد کرلو یہ مسلمان ہے۔[17]

حدیث مبارکہ اس بات پر صریح ناطق ہے کہ آپ ﷺ نے اسلام کے باب میں اشارہ کو معتبر مانا، اسی لیے الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے:

"وظاہر اقتصار المشائخ علی استثناء الحدود فقط صحۃ اسلامہ بالاشارۃ"[18]

(ترجمہ) مشائخ کا فقط حدود کے استثناء پہ اقتصار کرنا ظاہر کرتا ہے کہ گونگے کا اسلام اشارہ کے ذریعے صحیح ہے۔

قوتِ گویائی سے محروم شخص کے لیے عقائد جاننے کا حکم:

ایمان دراصل اعتقاد قلبی کا نام ہے، البتہ اسکا اقرار و اظہار کا ذریعہ زبان ہے لیکن گونگا آدمی چونکہ اظہار باللسان سے عاجز ہے اس لیے اسکا ایمان قلبی ہوگا لیکن جہاں اشارہ کی مدد سے اظہار کا امکان ہو وہاں گونگا آدمی اشاروں سے اپنے ایمان کا اظہار کرے گا تاکہ احکام دنیا میں اسکا ایمان معتبر مانا جائے، لیکن اشاروں کے اظہار کے لیے تعلیم کی ضرورت ہے بدونِ تعلیم ایک شخص کے لیے اشاروں سے اظہار مشکل امر ہے، گونگے آدمی کو بذریعہ اشارہ ایمانیات کی تعلیم دینے کا حکم کیا ہے؟ اسکی تفصیل یہ ہے کہ:

---

16 "انا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لا نَكْتُبُ ولَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وهَكَذَا. يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وعِشْرِينَ، ومَرَّةً ثَلَاثِينَ"
محمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶ھ) **الجامع الصحیح**، باب: قول النبی ﷺ لا نکتب ولا نحتسب، (قدیمی کتب خانہ) 1/256

17 احمد بن حنبل، **مسند احمد**، (ط دارالفکر، بیروت، طبع اولیٰ) رقم حدیث 7911

18 ابن نجیم زین الدین بن ابراھیم، **الاشباہ والنظائر**، (قدیمی کتب خانہ) ص:337

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ایمانیات وعقائد دو قسم کے ہیں: (۱) مجمل (۲) مفصل

گونگے آدمی کے لیے چونکہ ایمان مفصل کا سمجھنا مشکل ہے کیونکہ اسمیں ذات وصفات، خلق قرآن اور رؤیت باری تعالیٰ جیسے تفصیل طلب مسائل کا ذکر ہے اور ان مسائل کا اشاروں سے سمجھنا تقریباًنا ممکن ہے الا یہ کہ ایسا گونگا ہو جو کتابت سمجھتا ہو اور وہ کتابت کے ذریعے ان مسائل کو سمجھے، البتہ ایمان مجمل کی حد تک ایمانیات کی تعلیم گونگے شخص کے لیے ضروری ہے اور اس کے لیے اشاروں کا وضع کرنا بھی درست ہے، جیسا کہ ہم نے مسند احمد کی حدیث ذکر کی ہے جسمیں آپ ﷺ نے ایک باندی کے اسلام کو اشاروں سے قبول فرمایا[19]، اسی طرح سماوی کتب، تمام انبیائ وملائکہ، یوم آخرت، بعثت بعد الموت وغیرہ پر اجمالاً ایمان لانا گونگے پر ضروری ہے اور ان کی تعلیم کے لیے اشاروں سے مدد لی جائے۔

قوتِ گویائی سے محروم شخص کی نماز کا حکم:

گونگا آدمی باقی نماز تو عام ناطقین کی طرح ادا کرے گا لیکن جہاں تک قراءت اور تسبیحات کی ادائیگی ہے تو اسمیں گونگے شخص کے لیے کیا حکم ہے ؟اسکا حکم جاننے سے قبل یہ جانناضروری ہے کہ قرآءت کس چیز کا نام ہے؟ تو یاد رکھیں کہ قرآءت فقط ہونٹ ہلانے کا نام نہیں بلکہ قرآءت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ زبان پہ حروف کا صحیح جاری ہونا اور کم از کم قاری کو خود سنائے دے، چنانچہ "کبیری" میں لکھا ہے:

"والثالثةمن الفرائض القراءة وهوتصحيح الحروف بلسانه بحيث يسمع نفسه فان صحح الحروف من غيران يسمع نفسه لايكون ذلك قراءة في اختيارالهندواني والفضلي لان مجردحركةاللسان لايسمي قراءة بلاصوت لان الكلام اسم لمسموع مفهوم"[20]

(ترجمہ) اور نماز کے فرائض میں تیسرا فرض قرآءت ہے، وہ کہا جاتا ہے حروف کا زبان پہ صحیح جاری ہونا اس طور پہ کہ خود کو سنائے دے پس اگر حروف تو صحیح ادا کرے لیکن خود کو سنائی نہ دے تو یہ قرآءت نہیں شمار ہوگی امام ہندوانی اور امام فضلی کے مطابق، کیونکہ صرف زبان کا ہلانا بغیر آواز کے قرآءت نہیں کہلاتا کیونکہ کلام کہا جاتا ہے اس چیز کو سنائی دے اور سمجھ میں بھی آئے۔

لہذا جب قرآءت کا مفہوم واضح ہو گیا اور گونگا شخص چونکہ اس سے عاجز ہے لہذا وہ دوران نماز خاموش کھڑا ہوگا اور دل میں تسبیحات وغیرہ کی ادائیگی کرے گا، رہا سوال کہ کیا اس کے لیے زبان ہلانا ضروری ہے (قاری سے مشابہت کے لیے) یا اس کی ضرورت نہیں؟ تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ زبان بھی نہیں ہلائے گا بلکہ مکمل خاموشی سے کھڑے ہو کر قرآءت اور تسبیحات کے مفہوم پہ دل میں غور کرے گا، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "شامی" میں لکھا ہے: (ترجمہ) اور نماز میں (تسبیحات وغیرہ میں) ہونٹ ہلانا لازم نہیں اس شخص پر جو گویائی سے عاجز ہو جیسے امی اور گونگا، اسی طرح قرآءت کے بارے میں بھی (یہی حکم ہے) کیونکہ اصل واجب کا پورا متعذر ہے، پس اصل واجب کے علاوہ بلا دلیل کچھ اور لازم نہیں، لہذا دل کا ارادہ کافی ہے۔[21]

---

[19] احمد بن حنبل، **مسند احمد**، (ط دارالفکر، بیروت، طبع اولیٰ) رقم حدیث 7911

[20] ابراھیم الحلبی، **غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی**، (سہیل اکیڈمی لاہور) ص:275

[21] "(لا يلزم العاجز عن النطق) كأخرس وأمي (تحريک لسانه) وكذا في حق القراءة هوالصحيح؛ لتعذر الواجب، فلا يلزم غيره إلا بدليل"

محمد امین ابن عابدین، **رد المحتار مع در المختار** (دار الکتب العلمیۃ، بیروت) 181/2

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اسی طرح "الفقہ الاسلامی وادلتہ "میں لکھاہے کہ جو شخص قرآن اور ذکر وغیرہ صحیح طریقہ سے نہیں جانتاہو تو وہ بقدر فاتحہ کھڑا رہے گا۔[22]

اشاروں سے تلاوت کا حکم

فی زمانہ گونگوں کے حوالہ سے جو بہت اہم مسئلہ ہے وہ انکے لیے اشاروں سے تلاوت قرآن کا ہے،اسی سلسلہ میں بعض جگہ ایسے مکاتب کا قیام بھی ہے وجود میں آچکا ہے جو باقاعدہ اشاروں سے تلاوت قرآن کی تعلیم دیتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پہ بالتفصیل روشنی ڈالی جائے تاکہ اصل مسئلہ واضح ہو جائے،

بلاشبہ قرآن مجید ایک عظیم الشان اور معجز کتاب ہے اور اسکا اعجاز فقط اسکے معانی نہیں بلکہ اسکا نظم بھی ہے اور قرآن مجید نظم و معانی دونوں سے مرکب کانام ہے اسی لیے ارشادربانی ہے : "قرآناًعربیاً"ترجمہ:قرآن جو عربی زبان میں ہے۔[23] اسی طرح ارشاد ہے: "بلسان عربیّ مُّبین "ترجمہ:(یہ قرآن)ایسی عربی زبان میں اترا ہے جو پیغام کو واضح کردینے والی ہے۔[24]

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں لکھاہے: "لان القرآن معجزفی لفظه ونظمه"[25]کیونکہ قرآن اپنے الفاظ اور متن میں معجز ہے۔

چنانچہ عربی نظم چھوڑ کر کسی اور زبان میں قرآن کی تلاوت کرنا ازروئے شرع درست نہیں کیونکہ اسمیں نظم قرآن کی تبدیلی لازم آئے گی حالانکہ قرآن نظم و معانی کے مجموعہ کا نام ہے،اسی طرح فقہاء کرام نے تین آیت کا ترجمہ بغیر متن کے کرنے سے منع کیا ہے،اسی طرح قرآن میں روایت بالمعنیٰ جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے تحریف کا باب کھل جائے گا،فتح القدیر میں لکھاہے:(ترجمہ)اگر فارسی میں قرآءت کی عادت ہو یا کوئی ارادہ کرے کہ فارسی میں قرآن لکھے تو اسے منع کیا جائے گا ہاں اگر ایک یا دو آیت فارسی میں لکھے(ترجمہ لکھے)تو منع نہیں کیا جائے گا[26]۔

اسی طرح شامی میں منقول ہے:(ترجمہ)اور جائز ہے ایک یادو آیتوں کا فارسی میں (ترجمہ)لکھنااس سے زیادہ لکھنا جائز نہیں۔[27]

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب "المغنی" میں لکھاہے:

"ولاتجزئه القرآءةبغيرالعربيةولاابدال لفظهابلفظ عربیّ سوآءاحسن قراءتهابالعربية اولم يحسن وبه قال الشافعی،وابويوسف محمد "

---

[22] "فان لم یحسن شیئاً قرآناولاذکراً،وقف بقدر الفاتحۃ"

وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وآدلتہ**،(دارالفکر، دمشق)2/837

[23] سورۃ یوسف 2:12

[24] سورۃ الشعرآء 195:24

[25] وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وآدلتہ**،(دارالفکر، دمشق)2/111

[26] ابن الھمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی، **فتح القدیر**،(مکتبہ سید محمد عبدالواحد بک، مصر، ط الاولیٰ 1315)1/201

[27] محمد امین ابن عابدین، **رد المحتار مع در المختار**(دار الکتب العلمیہ، بیروت)2/187

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اور جائز نہیں ہے قرآءت کرنا عربی کے علاوہ کسی زبان میں اور نہ ہی جائز ہے قرآن کے کسی لفظ کو دوسرے عربی لفظ کے ساتھ بدل ڈالنا خواہ وہ شخص قرآءت اچھے سے کر سکے یا نہ کر سکے، یہی امام شافعی، ابو یوسف اور امام محمد رحمھم اللہ کا مسلک ہے۔[28]

بلکہ "الفقہ الاسلامی وادلتہ" میں اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ غیر عربی میں تلاوت کرنا ناجائز ہے، ملاحظہ ہو:

(ترجمہ) اور تحقیق فقہاء نے اجماع نقل کیا ہے کہ بغیر عربی کے تلاوت جائز نہیں اور نہ ہی قرآن کے ایک لفظ کو کسی دوسرے عربی لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا جائز ہے خواہ ایسا کرنے والا اچھے سے تلاوت کر سکے یا نہ کر سکے۔۔۔ اور چونکہ قرآن اپنے لفظ اور معنٰی دونوں میں معجزہ ہے تو جب یہ اپنے نظم سے نکل جائے گا تو یہ قرآن نہیں رہے گا اور نہ ہی قرآن کے مثل ہو گا بلکہ ایک طرح سے قرآن کی تفسیر ہو جائے گی اور تفسیر مفسر (بروزن مفعول) کا غیر ہوتی ہے۔ (یہ تبدیل شدہ بھی قرآن نہیں کہلائے گا۔[29]

ان دلائل سے یہ مسئلہ واضح ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کسی اور زبان میں کرنا جائز نہیں ہے اور اسی سے اشاروں میں تلاوت کا حکم بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اشارہ تو نطق سے بھی بعد کی چیز ہے جب کسی اور زبان میں تلاوت جائز نہیں تو محض اشاروں سے تلاوت کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ اور چونکہ کلام اللہ کے بعض مضامین ایسے ہیں کہ ان کے لیے اشاروں کا وضع کرنا درست ہی نہیں ہے کیونکہ اشاریں اس مقصد کو بیان کرنے میں ناکام ہیں مثلاً صفاتِ باری تعالیٰ، رموز قرآنیہ وغیرہ، لہذا اشاروں سے تلاوت کرنا درست نہیں ہے بلکہ گونگے آدمی کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے معانی پہ غور و فکر کرے اسی میں تدبر کرے یہی اسکا وظیفہ ہے۔ ہاں البتہ قرآن مجید کے وہ احکام جو ذات وصفات کے علاوہ ہے مثلاً عام فقہی احکام، نصائح، واقعات وغیرہ تو انکے مفاہیم کو اشاروں سے سمجھانا درست ہے لیکن اسے تلاوت کا درجہ دینا جائز نہیں ہے۔

قوتِ گویائی سے محروم شخص کے نکاح کے انعقاد کا شرعی طریقہ:

گونگے شخص کا نکاح کیسے منعقد ہو گا؟ اس حکم کو جاننے سے قبل ایک اصول وضابطہ کا جاننا ضروری ہے کہ کلام کے قائم مقام دو چیزیں ہیں (۱) کتابت (۲) اشارات، آپ ﷺ کے مکتوبات اور اشارات دونوں کے معتبر ہونے پہ واضح دلیل ہے، لہذا ایسا گونگا شخص جو کتابت پہ قادر ہو تو اسکے حق میں تو کتابت احکامات کے اجراء کے لیے بہترین بدل ہے کلام کا، چنانچہ "شرح مجلہ" میں لکھا ہے: "الکتاب کالخطاب"،[30] دوسری جگہ اخرس کے کتابت کو معتبر ماننے پہ دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: (ترجمہ) اور چونکہ کتابت من الغائب کلام کے حکم میں عجز کی وجہ سے (کہ دور والا شخص براہ راست تکلم پہ قادر نہیں تو کتابت سے کام لیتا ہے) تو گونگے کے حق میں بطریق اولیٰ کتابت کلام کے حکم میں ہو گا، کیونکہ اسکا عذر زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ غائب شخص تو پھر بھی حاضر ہونے پہ قدرت رکھتا ہے بلکہ وہ حاضر ہی ہوتا ہے ظاہری طور پہ جبکہ گونگے کے حق میں ظاہر یہ ہیکہ اسکا گونگا پن زائل نہیں

---

[28] محمد ابن قدامہ، **المغنی**، (ھجر، قاہرہ طبع اولیٰ) 2/158

[29] وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وآدلتہ**، (دار الفکر، دمشق) 2/840

[30] محمد خالد الاتاسی، **شرح المجلۃ**، (المکتبۃ حبیبیۃ کوئٹہ) 4/688

ہوسکتاہے توجب غائب شخص کے بارے میں کتابت کو معتبر مانا گیاباوجوداسکے کہ اسکی موجودگی کاامکان ہے توگونگاجسکے گونگے پن کے ختم ہوناکاکوئی امکان نہیں ہے اسکے حق میں توکتابت کوبطریق اولیٰ معتبر ماناجائے گا۔[31]

اسی طرح "الاشباہ والنظائر میں لکھاہے:"كتابةالاخرس كاشارته"[32]گونگے کی لکھائی اسکے اشاروں کے حکم میں ہے۔

جہاں تک گونگے کے اشاروں کاحکم ہے تواس پہ شروع میں ہم بات کرچکے ہیں البتہ اس میں فقہاءنے اسکی وضاحت ضرورکی ہے کہ ہرقسم کے اشارہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اشارہ وہ معتبر ماناجائے گا جو معہودومعروف ہو،یعنی اثبات کے لیے سرکو اوپرسے نیچے کی طرف کرنااور نفی کے لیے سرکوعرضاًگھمانا،اسکے علاوہ جواشارے معروف ہوں تواسی کااعتبار ہوگا،چنانچہ "الاشباہ والنظائر"میں لکھاہے:(ترجمہ)اورضروری ہے اخرس کے اشارے میں کہ وہ معروف وگرنہ(غیر معروف)اسکااعتبار نہیں ہوگا،[33]

اسی طرح "البحرالرائق"میں لکھاہے:

> "قال الحافظ النسفي رحمه الله: إيماء الأخرس وكتابته كالبيان،لأن الإشارة إنما تقوم مقام العبارة إذا صارت معهودة،وإذا كان إيماء الأخرس وكتابته كالبيان -وهو النطق باللسان- تلزمه الأحكام بالإشارة والكتابة، حتى يجوز نكاحه وطلاقه وعتقه وبيعه وشراؤه، إلى غير ذلك من الأحكام؛ لأن الإشارة تكون بيانًا من القادر على النطق، فالعاجز أولى، ولأنه ﷺ بين الشهر بالإشارة حيث قال: «الشَّهْرُ هَكَذَا» وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ"[34]
>
> (ترجمہ)حافظ نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا:گونگے کااشارہ کرنااوراسکالکھنابیان(تکلم)کے حکم میں ہے،کیونکہ اشارہ جب معروف ہووہ تکلم کے قائم مقام ہوتاہے،اورجب گونگے کااشارہ اور کتابت بیان کے حکم میں ہے اوروہ زبان سے بات کرناہی ہے توگونگے پہ اشارہ اور کتابت سے احکام لازم ہوں گے یہاں تک کہ جائزہے اسکانکاح اور طلاق اوراسکاکسی غلام کو آزاد کرنا،بیچنا،خریدنا(اشاروں کے ذریعے سے)اوراسکے علاوہ جواحکام ہیں،کیونکہ اشارہ بیان بنتاہے اس شخص کی طرف سے جو تکلم پہ قادرہوتوجوبندہ تکلم سے عاجزہوتواسکی طرف سے توبطریقہ اولیٰ اشارہ بیان بنے گا،اورچونکہ نبی ﷺنے مہینہ بیان کیااشارے کے ساتھ جیسے کہ انہوں نے فرمایا:مہینہ اس طرح ہوتاہے اوراپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

اسی طرح فقہاءنے گونگے کے اشارے کے معتبر ہونے کے لیے یہ بھی کہاہے کہ وہ اشارے کے ساتھ ساتھ منہ سے آواز بھی نکالے کیونکہ گونگوں میں معروف یہی ہے کہ وہ جب بھی کوئی بات کرتے ہیں تواشارے کے ساتھ منہ سے آواز بھی نکالتے ہیں،چنانچہ "فتح القدیر"میں لکھاہے:

---

31 "ولأن الكتاب من الغائب اذاكان كالخطاب للعجز،ففي حق الأخرس اولىٰ،لأن عجزه اظهروالزم عادة لأن الغائب يقدر على الحضور،بل يحضر ظاهراً،لأن الظاهر من حال الغائب الحضور،والظاهر من حال الأخرس عدم زوال خرسه،فلما قبل الكتاب في حق الغائب في ثبوت الحكم مع رجاء الحضور،فلأن يقبل في حق الأخرس مع اليأس عن زوال الخرس اولىٰ" محمد خالد الاتاسی،**شرح المجلۃ**،(المکتبۃ حبیبیۃ کوئٹہ)1/193

32 ابن نجیم زین الدین بن ابراھیم،**الاشباہ والنظائر**،(قدیمی کتب خانہ)ص:337

33 "ولابد فی اشارۃ الأخرس من أن تكون معهودة والالا تعتبر" ایضاص337

34 ابن نجیم زین الدین،**البحرالرائق شرح کنزالدقائق**،(مکتبۃ دارالکتاب الاسلامی،قاھرۃ)2/54

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"ولایخفی أن المرادمن الاشارۃالتی یقع بھاطلاقہ الاشارۃالمقرونة بتصویت منہ لان العادۃمنہ ذلکہ فکانت الاشارۃ بیاناًلما أجملہ الأخرس"

(ترجمہ)اور یہ بات مخفی نہیں کہ گونگے کا وہ اشارہ جس سے طلاق واقع ہوتی ہے اس سے مراد وہ اشارہ ہے جس کے ساتھ اسکی آواز بھی ملی ہوئی ہو، کیونکہ گونگے کی یہی عادت ہوتی ہے(کہ وہ اشارے کے ساتھ آواز بھی ملاتا ہے) تو یہ اشارہ گویا کہ بیان ہو جائے گا اس بات کا جو مجمل ہے۔[35] اور اسی پہ صاحب مجلہ نے اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:"وینبغی أن تکون کلّ اشارۃ منہ کذٰلک،فیما عداالکتابة"[36] اور مناسب یہی ہے کہ گونگے کا ہر اشارہ اسی طرح (آواز کے ساتھ) ہونا چاہیے، سوائے اسکی کتابت کے (کہ اسمیں آواز کی ضرورت نہیں)، انتہیٰ

بہر حال گونگے کی کتابت اور اشاروں کی تفصیل کے بعد اب ہم اصل مسئلہ کی جانب آتے ہیں کہ اسکا نکاح کیسے منعقد ہو گا؟ تو اس مسئلہ میں جانے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ شریعت میں نکاح کے انعقاد کا کیا طریقہ ، چنانچہ ہم اس پہ ذرا روشنی ڈال کر پھر اپنے اصل مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں، فنقول وباللہ نستعین

انعقاد نکاح کا طریقہ:

نکاح چونکہ طرفین کے درمیان ہونے والا ایک عقد ہے جس کے لیے ایک مجلس میں ایجاب و قبول ضروری ہے، جس کے لیے فقہاء نے مختلف الفاظ نقل کیے ہیں اور خلاصہ ان الفاظ کا یہی ہے کہ ہر ایسا لفظ جو فی الحال تملیک کے لیے بولا جائے تو اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے جیسے لفظ نکاح ،تزویج، تملیک، ھبہ وغیرہ کے الفاظ کہ کوئی عورت مثلاً کسی آدمی سے کہے کہ میں نے خود کو آپ کے لیے ھبہ (گفٹ) کر دیا، لیکن جن الفاظ میں تملیک والا معنیٰ نہیں ہے جیسے عاریۃ (استعمال کے لیے چیز دینا مگر تملیک اپنے پاس رکھنا) یا تملیک والا معنیٰ تو ہو لیکن فی الحال نہ ہو بلکہ مستقبل میں تملیک ہو جیسے وصیت کا لفظ تو ایسے الفاظ سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا ہے۔[37] اسی طرح انعقاد نکاح کی ایک صورت نکاح فضولی کی بھی ہے کہ جسمیں ایک آدمی مجلس میں کسی دوسرے کی اجازت کے بغیر اسکی طرف سے ایجاب یا قبول کرتا ہے تو ایسا نکاح عندالاحناف اس آدمی کی اجازت پہ موقوف ہو گا کہ جب اسے خبر ملے کہ فلاں نے آپکی طرف سے ایجاب یا قبول کیا ہے اور یہ آدمی سن کر ہاں کر لے تو یہ نکاح بھی منعقد ہو جائے گا،البتہ شوافع حضرات فضولی کے تصرفات کو باطل سمجھتے ہیں انکے ہاں ایسا نکاح منعقد نہیں ہو گا[38]۔کتابت کے ذریعے ایجاب و قبول کرنے کی صورت میں کہ اگر متعاقدین مجلس میں حاضر ہیں اور قادر علی البیان بھی ہیں پھر بھی ایک دوسرے سے کتابت کے ذریعے ایجاب و قبول کرتے ہیں تو انکا ایجاب و قبول باطل ہے بلکہ انکے لیے ضروری ہے کہ وہ زبانی ایجاب و قبول بھی کریں، چنانچہ فتاویٰ "عالمگیریہ" میں لکھا ہے:

---

[35] ابن الھمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی، **فتح القدیر، شرح ھدایہ**،(دارالکتب العلمیۃ، بیروت)3/474

[36] محمد خالد الاتاسی، **شرح المجلۃ**،(المکتبۃ حبیبیۃ کوئٹہ)1/194

[37] دیکھیے: ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، **الھدایہ**،(مکتبۃ رحمانیۃ)2/325

[38] "الأصل أن کل عقد صدر من الفضولي وله مجیز انعقد موقوفا علی الإجازۃ وقال الشافعي تصرفات الفضولي کلھا باطلۃ"

ابن نجیم زین الدین، **البحر الرائق شرح کنزالدقائق**،(مکتبۃ دارالکتاب الاسلامی، قاھرۃ)3/147

"ولاينعقدبالكتابة من الحاضرين فلوكتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد هكذافي النهرالفائق"[39]

(ترجمہ)اور نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے کتابت کے ذریعے اس حال میں کہ متعاقدین موجود ہوں، پس اگر آدمی نے لکھا کہ میں آپ سے نکاح کیا اور عورت نے جواب میں لکھا کہ میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہو گا۔

یہ تو انعقاد نکاح کا ایک عمومی طریقہ تھا اب ہم گونگے شخص کے لیے انعقاد نکاح کے طریقہ پہ روشنی ڈالتے ہیں۔

نکاح الاخرس:

گونگے آدمی کی دو قسمیں ہیں:(۱)جو کتابت جانتا ہو (۲)جو کتابت نہیں جانتا ہو

ایسا گونگا جو کتابت یعنی لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو اسکا نکاح کے انعقاد کے حوالہ سے فقہاء احناف وشوافع میں دو طرح کی آراء موجود ہیں بعض احناف وشوافع کے ہاں اسکا نکاح تو کتابت سے ہی منعقد ہو گا اشاروں کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ کتابت(لکھائی) زیادہ صریح اور دال ہے مقصد پہ بنسبت اشارہ کے، اس لیے "فتاویٰ شامی" میں لکھا ہے: (ترجمہ) پس کافی میں لکھا ہے: اگر گونگا ایسا ہے کہ جو لکھنا نہیں جانتا ہو اور اسکے اشارے معروف(معلوم) ہوں طلاق، نکاح، اور خرید وفروخت کے باب میں تو اسکے لیے اشارے کرنا جائز ہیں ، اور اگر اس کے اشارے معلوم نہیں ہیں یا اشاروں میں شک ہے تو پھر اسکے اشارے باطل ہیں، پس انہوں نے اشاروں کے جواز کو موقوف کیا ہے اسکے لکھائی نہ جاننے پہ، جس سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اگر وہ گونگا اچھے سے لکھنا جانتا ہو تو اسکے لیے اشارے درست نہیں ہیں۔[40]

عبارت مذکورہ سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ ایسا گونگا جو کتابت کر سکتا ہو تو اسکے نکاح کے انعقاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ لکھ کر ایجاب وقبول کرے وگرنہ اسکا نکاح منعقد نہیں ہو گا، اسی طرح بعض شوافع بھی اسی کی طرف گئے ہیں انکے ہاں بھی ایسے گونگے کے لیے اشارے معتبر نہیں ہیں،

"وقال بعض الشافعية :ان كان يحسن الكتابة لايقع طلاقه بالاشارة لاندفاع الضرورةبماهوادلّ على المرادمن الاشارة"[41]

(ترجمہ)اور بعض شافعیہ نے کہا: اگر گونگا اچھے سے لکھنا جانتا ہو تو اسکی طلاق اشارے سے واقع نہیں ہو گی کیونکہ اس کی ضرورت اس چیز سے مکمل ہو رہی ہے جو مراد پر اشارے سے زیادہ واضح ہے۔ اس عبارت میں طلاق کا ذکر ہے لیکن اسکے ساتھ علت میں نکاح بھی شامل ہے۔ لیکن احناف کا جو صحیح مسلک ہے وہ یہی ہے کہ گونگا باوجود کتابت پہ قدرت کے اگر اشاروں سے نکاح کرے گا تو اسکا نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ اسکے حق میں دونوں چیزیں ضرورت کے درجہ میں ہیں اسی کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب مجلہ لکھتے ہیں: (ترجمہ) اور جان لیجیے کہ گونگے کا اشارہ معتبر ہو گا اگرچہ وہ کتابت پہ قادر ہو، کہا امام زیلعی نے

---

[39] **فتاویٰ عالمگیریہ**، (مکتبہ رشیدیہ) 1/270

[40] "ففي كافي الحاكم الشهيد مانصه: فإن كان الأخرس لايكتب وكان له إشارة تعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز، وإن كان لم يعرف ذلك منه أو شك فيه فهو باطل. اه. فقد رتب جواز الإشارة على عجزه عن الكتابة، فيفيد أنه إن كان يحسن الكتابة لا تجوز إشارته"

محمد امین ابن عابدین، **ردالمحتار مع درالمختار** (دار الکتب العلمیہ، بیروت) 4/448

[41] محمد امین ابن عابدین، **ردالمحتار مع درالمختار** (دار الکتب العلمیہ، بیروت) 4/448

: بخلاف اسکے جو ہمارے بعض اصحاب (فقہاء) نے گمان کیا ہے کہ گونگے کا اشارہ معتبر نہیں ہو گا کتابت پہ قدرت ہونے کی صورت میں، اور انہوں نے کہا: چونکہ اشارہ حجت ضروریہ ہے اور کتابت پہ قدرت کی صورت میں اشارہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اشارہ کے معتبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اشارہ اور کتابت میں ہر ایک حجت ضروریہ ہے۔۔۔ الخ[42]

اسی طرح "الاشباہ والنظائر" میں لکھا ہے:

"كتابة الأخرس كاشارته، واختلفو افى أنّ عدم القدرة على الكتابة شرط للعمل بالاشارة أولا، والمعتمد لا، ولذا ذكره فى الكنز بأو"[43]

گونگے کی لکھائی اسکے اشارے کی طرح ہے، اور فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ کیا گونگے کے اشارہ پہ عمل کرنے کے لیے اسکا کتابت پہ غیر قادر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو صحیح قول ہے وہ یہی ہے کہ ضروری نہیں، اسی وجہ سے کنز کتاب میں اسکو لفظ "أو" (یا) کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو گونگا لکھنا جانتا ہو تو اسکے لیے بہر حال اولی یہی ہے کہ اسکا نکاح بذریعہ کتابت منعقد کیا جائے، لیکن اگر اسکا نکاح اشارے سے کیا جائے تو راجح قول کے مطابق یہ نکاح بھی معتبر مانا جائے گا، لیکن اشاریں کس قسم کے معتبر ہوں گے اسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔

دوسری قسم وہ گونگا جو لکھنا نہیں جانتا ہو تو اسکے نکاح کا انعقاد اشاروں سے ہو گا البتہ اسمیں ماقبل میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ایک تو اشاروں کا معروف ہونا ضروری ہے کہ غیر معروف اشاریں یا ایسے اشاریں کی جن سے شک ہو تو انکا اعتبار نہیں ہو گا اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جن گواہوں کے سامنے نکاح ہو رہا ہے وہ بھی ان اشاروں کو سمجھتے ہوں اگر گواہ اشاروں کا مطلب نہ سمجھے تب بھی نکاح منعقد نہیں ہو گا چنانچہ فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ قاضی کے سامنے اگر گونگا اشارہ کرے تو قاضی اسکے اشاریں تب ہی قبول کر سکتا ہے کہ جب قاضی خود ان اشاروں کو سمجھتا ہو ورنہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا شخص ہو اس گونگے کے دستوں، پڑوسیوں یا بھائیوں میں سے جو قاضی کے لیے ان اشاروں کی وضاحت کرے، "شرح المجلة لسليم رستم باز" میں لکھا ہے:

"ويشترط أن يكون القاضى عالماًباشارة الأخرس والافيجب أن يستخبر ممن يعرفها من أصدقائه وجيرانه واخوانه فيترجم له حتى يحيط علماً بذٰلك"۔[44]

---

42 واعلم أن الاشارة تعتبر منه وان كان قادراً على الكتابة، قال الزيلعي: بخلاف ماتوهمه بعض أصحابنا أن الاشارة لاتعتبر مع القدرة على الكتابة، وقالوا أن الاشارة حجة ضرورية ولاضرورة مع القدرة على الكتابة، وجه اعتبارها أن كل واحد من الاشارة والكتابة حجة ضرورية۔

محمد خالد الاتاسی، **شرح المجلة**، (المکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ) 1/194

43 ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم، **الاشباہ والنظائر**، (قدیمی کتب خانہ) ص:337

44 سلیم رستم باز، **شرح المجلة**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت) ص:40، رقم المادۃ:70

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قاضی کے لیے اخرس کے اشاروں سے واقفیت ضروری تو گواہ جن کی گواہی کی بنیاد پہ قاضی فیصلہ کرتا ہے ان کے لیے بطریق اولیٰ ان اشاروں سے واقفیت ضروری ہے۔

قوتِ گویائی سے محروم شخص کی طلاق کا حکم:

گونگے شخص کی طلاق کا حکم جاننے سے قبل ضروری ہے کہ ہم وقوع طلاق کا طریقہ اوراسکا حکم مختصراً سمجھ سکیں تاکہ اس پہ گونگے کی طلاق کو متفرع کر سکیں۔

وقوع طلاق کے مختلف طریقے اورانکا حکم:

فقہاء کرام نے طلاق کے الفاظ کے اعتبار سے اسکی دو بنیادی قسمیں بنائی ہیں:(۱)طلاق رجعی (۲) بائن

قسم اول کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو الفاظ صریحہ سے طلاق دے اور تین سے کم طلاقیں دے تو ایسے میں طلاق رجعی واقع ہوتی ہے جسکا حکم یہ ہیکہ دوران عدت شوہر اگر چاہے تو بدون نکاح رجوع کر سکتا ہے، ہاں اگر تین طلاقیں دے تو پھر عورت مغلظہ ہو جاتی ہے اور شوہر پہ حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے اور پھر زوج ثانی ازدواجی تعلق قائم کرنے کے بعد مر جائے یا کسی وجہ سے طلاق دے تو یہ عورت پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتی ہے،

قسم دوم کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کو الفاظ کنائی سے طلاق دے تو ایسے میں اگر وہ تین طلاقیں ایک لفظ کے ساتھ نہیں دیتا ہے فقہاء احناف کے ہاں طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے جسکا حکم یہ ہیکہ شوہر دوران عدت یا عدت ختم ہونے کے بعد عورت کی رضامندی سے از سر نو نکاح کر کے ازدواجی تعلق استوار کر سکتا ہے۔[45]

جس طرح گونگے شخص کے دیگر تصرفات شریعت مطہرہ میں معتبر ہیں اسی طرح اگر گونگا شخص طلاق دینا چاہے تو اسکی طلاق بھی نافذ ہوگی تفصیل یہ ہے کہ اگر گونگا شخص کتابت کے ذریعے طلاق دیتا ہے تو چونکہ کتابت کی صورت میں اسکی مراد خود واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کس قسم کی طلاق دینا چاہ رہا ہے لیکن اگر وہ بذریعہ اشارہ طلاق واقع کر رہا ہے تو ما قبل کی وضاحت کے مطابق اشارے معروف ہونے چاہیے، اسی طرح اسکے ساتھ آواز بھی متصل ہو، اور چونکہ اشاروں میں بائن ورجعی میں فرق کرنا امر ناممکن ہے اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ گونگے کے اشاروں سے طلاق رجعی ہی واقع ہو گی، بائن کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ "ردالمحتار" میں لکھا ہے:

"وطلاقه المفهوم بالاشارة اذا كان دون الثلاث فهورجعي"[46]

اور گونگے کی طلاق جو اشارے سے سمجھ آئے اگر وہ تین سے کم ہو تو اس سے طلاق رجعی ہی واقع ہوں گی۔

---

[45] دیکھیے: ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، **الھدایہ**، (مکتبۃ رحمانیۃ) 2/378

[46] محمد امین ابن عابدین، **ردالمحتار مع درالمختار** (دار الکتب العلمیۃ، بیروت) 4/448

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

قوتِ گویائی سے محروم کی گواہی کا حکم:

فقہائے کرام کے نزدیک گواہی کی ادائیگی کے لیے لفظ "شہادت" (گواہی) ضروری ہے، بغیر لفظ شہادت کے گواہی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا چنانچہ "ہدایہ" میں لکھا ہے:

"ولابد فی ذٰلک کله من العدالة ولفظ الشهادة"[47]

اور گواہی کی ان تمام قسموں میں عدالت (گواہوں کا عادل ہونا) اور لفظ شہادت ضروری ہے۔

چونکہ گونگا آدمی تکلم سے ہی عاجز ہے چہ جائکہ وہ لفظ شہادت ادا کر سکے اسی لیے عند الفقہاء گونگے کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"ومنها النطق فلاتقبل شهادةالأخرس لان مراعاة لفظةالشهادة شرط صحة ادائها ولاعبارة للأخرس أصلا فلا شهادة له"[48]

اور گواہی کی شرائط میں ایک شرط نطق (الفاظ کی ادائیگی) کی ہے لہذا گونگے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ لفظ گواہی کا خیال رکھنا شرط ہے گواہی کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے، اور گونگا تو بالکل بول ہی نہیں سکتا ہے اسی لیے اسکی گواہی بھی نہیں قبول ہو گی۔

اسی طرح "فتاویٰ قاضی خان" میں لکھا ہے:

(ترجمہ) اور قبول نہیں کی جائے گی گونگے کی گواہی، کیونکہ وہ قدرت نہیں رکھتا اس لفظ کی ادائیگی پہ جس کے ساتھ گواہی خاص ہے (یعنی لفظ شہادت)۔[49]

فقہاء کرام کی ذکر کردہ عبارات اس بات پر صریح ہیں کہ گونگے آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

قوتِ گویائی سے محروم شخص کے اقرار کا حکم:

اقرار لفظ عربی ہے جسکا استعمال اردو میں بھی تقریبا ایک ہی معنیٰ کے لیے ہوتا ہے، اقرار کے معنیٰ ہیں: مان لینا، اقرار کرنا،[50] اور اصلاح شریعت میں اقرار کہا جاتا ہے کہ اپنے اوپر کسی کے حق کے ثابت ہونے کی خبر دینا،[51]

---

47 ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، **الهدايه**، (مکتبۃ رحمانیۃ) 3/143

48 علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبعۃ ثانیۃ) 6/268

49 " ولا تقبل شهادة الأخرس، لأنه لايقدر علي التلفظ بلفظ اختص به الشهادة"

ابو المحاسن حسن بن منصور قاضیخان، **فتاوي قاضي خان**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت) 2/437

50 لویس علوف، **المنجد**، (خزینہ علم وادب) ص ٦٧٩

51 "اعلم ان الاقرار اخبار عن ثبوت الحق"

ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، **الهدايه**، (مکتبۃ رحمانیۃ) 3/237

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اب اقرار کی دو قسمیں ہیں:(۱) حقوق اللہ (اللہ کے حق) کا اقرار کرنا (۲) حقوق العباد (کسی انسان کے حق) کا اقرار کرنا
کوئی بھی عاقل بالغ آدمی مال یا حد و قصاص کا اقرار کرتا ہے تو اسکا اقرار لازم ہوتا ہے اور اس اقرار کی وجہ سے اسکا مؤاخذہ ہوتا ہے البتہ حدود کے اقرار میں کچھ شرائط ہیں جن کی تکمیل کے بعد ہی اقرار کو لازم کر دیا جاتا ہے،[52] لیکن گونگا آدمی اگر کوئی اقرار کرے تو اسکا اقرار نافذ ہوگا یا نہیں ؟ اس بارے میں فقہاء احناف نے گونگے کے اقرار کو تقسیم کیا ہے مقرّبہ (جس چیز کا اقرار کیا جائے) کے اعتبار سے دو حصوں میں ، چنانچہ حدود اللہ میں ماسوائے قصاص کے گونگے کے اقرار کو نافذ نہیں کیا جائے گا، اور اس اسکے اقرار کی وجہ سے اس پہ سزا کا اطلاق نہیں ہوگا، اسکی دلیل فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ گونگے کے اقرار میں ایک طرح کا شبہ برقرار رہتا ہے، کیونکہ صریح کلام اور اشاروں میں فرق ہے اور حدود کا معاملہ دیگر حقوق سے یکسر مختلف ہے، حدود شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں لہذا کسی بھی قسم کا شبہ آجائے تو حد کو ساقط کر دیا جاتا ہے، "شرح المجلۃ (سلیم رستم باز)" والے نے اسکی وضاحت میں لکھا ہے:

"واعلم ان اشارة الاخرس تعتبر كالبيان في وصية واقرار وبيع وشراء ونحوهما من الأحكامِ لافي حدّ وشَهادَة لأن الحدود تدرأ بالشُّبهات، ولفظ الشهادة لا يتحقق منه"[53]

(ترجمہ) اور جان لیں کہ گونگے کے اشارے کا اعتبار کیا جائے گا بیان کی طرح وصیت، اقرار، بیع، شراء اور ان جیسی چیزوں میں احکام کے اعتبار سے، لیکن اسکا اعتبار نہیں کیا جائے گا حد اور گواہی میں کیونکہ حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور لفظ گواہی گونگے سے ادا نہیں ہو سکتا ہے۔

اسی طرح "البدائع والصنائع" میں لکھا ہے: (ترجمہ) اور اقرار کے ذریعے حدود ثابت کرنے کی ایک شرط یہ ہیکہ زبانی اقرار کیا جائے، اور زبانی اقرار کا مطلب یہ ہیکہ اقرار بذریعہ کلام کے ہو نہ کہ لکھائی اور اشاروں کے ذریعے، چنانچہ گونگا آدمی اگر اقرار لکھ لے کسی جگہ یا حد کے لیے کوئی معلوم اشارہ ہی کرلے تو اس پہ حد جاری نہیں ہوگی ، کیونکہ شریعت نے حد کو مشروط کیا ہے مکمل واضح بیان کے ساتھ، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اقرار کرے کہ اس نے حرام وطی کی ہے تو اس پہ حد نہیں لگائی جائے گی جب تک وہ صریح زنا کا اقرار نہ کرے، اور بیان مکمل نہیں ہوتا ہے مگر صراحت کے ساتھ، اور لکھائی کرنا اور اشارہ کرنا منزلہ کنایہ کے ہیں لہذا اس سے حد ثابت نہیں ہوگا۔[54]

جبکہ حقوق العباد کے اقرار کی صورت میں چونکہ اس قسم کی شرائط نہیں ہیں اسی لیے وہاں فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر گونگا شخص بھی کسی حق عبد کا اقرار کرے تو اسکا اقرار نافذ ہوگا اسی کی صراحت کرتے ہوئے علامہ کاسانی دوسری جگہ لکھتے ہیں:

[52] "واذا أقر الحر العاقل البالغ بحق لزمه اقراره"
ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، **الھدایہ**،(مکتبۃ رحمانیۃ) 3/237

[53] سلیم رستم باز، **شرح المجلۃ**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت) المجلد: الاول، رقم المادۃ:70

[54] "ومنها النطق وهو ان يكون الاقرار بالخطاب والعبارة دون الكتاب والاشارة حتى ان الاخرس لو كتب الاقرار في كتاب أو أشار اليه اشارة معلومة لاحد عليه لان الشرع علق وجوب الحد بالبيان المتناهي ألا ترى انه لو أقر بالوطء الحرام لايقام عليه الحد مالم يصرح بالزنا والبيان لايتناهى الا بالصريح والكتابة والاشارة بمنزلة الكناية فلا يوجب الحد"
علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبعۃ ثانیۃ) 7/49

"ان المقربه في الأصل نوعان: أحدهما حق الله تعالى عز شأنه والثانى حق العبد..وأماحق العبدفهو المال من العين والدين والنسب والقصاص والطلاق والعتاق ونحوها ولا يشترط لصحةالاقرار بهامايشترط لصحة الاقرار بحقوق الله تعالى وهى ماذكرنامن العددومجلس القضاءوالعبارة حتى ان الاخرس اذا كتب الاقرار بيده أو أومابما يعرف انه اقرار بهذه الاشياء يجوز بخلاف الذي اعتقل لسانه لان للأخرس اشارة معهودة فاذا أتى بهايحصل العلم بالمشار اليه وليس ذلك لمن اعتقل لسانه ولان اقامة الاشارة مقام العبارة أمر ضرورى والخرس ضرورة لانه أصلى"[55]

(ترجمہ)بیشک مقربہ کی اصل میں دوقسمیں ہیں ایک ان میں سے حقوق اللہ کااقرار کرنا،اوردوسراحقوق العباد کا اقرار کرنا۔۔۔اور بہر حال بندے کے حقوق تووہ مال ہے خواہ وہ عین کی صورت میں ہو یادین کی صورت میں،اور نسب، قصاص ،طلاق، آزادی اوراس جیسی چیزیں ہیں، اوران چیزوں کے اقرار کے صحیح ہونے کے لیےوہ شرائط نہیں ہیں جو حقوق اللہ کے اقرار کے صحیح ہونے کے لیے ہیں،اور وہ شرائط وہ ہیں جو ہم نے ذکر کی ہے کہ گواہوں کی تعداد، مجلس قضا،اورزبانی تکلم، یہاں تک کہ اگر گونگا آدمی لکھ ڈالے اقراراپنے ہاتھ سے یاایسااشارہ کرے کہ جس سے سمجھ آئے کہ یہ ان چیزوں (حقوق العباد) کا اقرار کررہاہے توجائزہے برخلاف اس شخص کے جسکی زبان (عارضی) بند ہوچکی ہوکیونکہ گونگے کے اشارے معلوم ہوتے ہیں اورجب گونگاوہ اشارے کرتاہے تومشارالیہ کاعلم خودبخودہوجاتاہے،اورعارضی زبان بندی کاشکارآدمی ایسے اشارے نہیں کرسکتاہے،اورچونکہ اشاروں کو تکلم کے قائم مقام رکھنایہ صرف ضرورت کی حدتک ہےاور یہ ضرورت گونگے میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ پیدائشی ہے۔انتہیٰ

علامہ کاسانیؒ کی یہ عبارت صراحت کررہی ہے کہ حقوق اللہ کے اقرار کی صورت میں "عبارت" یعنی زبانی اقرار ضروری ہے،لہذا محض اشاروں یا کتابت سے حقوق اللہ کااقرار ثابت نہیں ہوگا، لیکن حقوق العبادمیں اس قسم کی شرائط نہیں ہیں اسی لیے وہاں گونگے آدمی کا اقرار بھی عام عاقلین، بالغین کی طرح نافذہوگاجب وہ لکھ کراقرار کرے یامعروف اشارہ سے اقرار کرے۔

حقوق اللہ اور حقوق العبادمیں اخرس کے اقرار کاحکم واضح ہوگیالیکن یہاں یہ بات قابل نظر رہے کہ قصاص باوجودیکہ وہ من وجہ حق اللہ ہے لیکن چونکہ اسمیں حق العبدغالب ہے اوراسمیں ایک طرح معاوضہ کامعنٰی بھی پایاجاتاہے اسی لیے قصاص کے بارے میں گونگے کاحکم عام عاقلین کی طرح ہے لہذا گونگاآدمی اگر بذریعہ اشارہ یاکتابت قصاص کااقرار کرے گاتواسکااقرارنافذہوگااوراس پہ قصاص لازم ہوجائے گا، اسی فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "شرح المجلۃ" میں لکھاہے:

(ترجمہ)اوروہ حدودجوخالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ان میں گونگے کااشارہ معتبر نہیں ہیں، کیونکہ حدودزواجر(گناہوں سے روکنے والے)ہیں اوراسمیں معاوضہ والامعنٰی بالکل نہیں پایاجاتاہے، اوراللہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے، لہذاحدود شبہ کے ساتھ ثابت نہیں ہوں گے کیونکہ اسکی ضرورت نہیں

[55] علاءالدين ابوبكر بن مسعود الكاساني، **بدائع الصنائع**، (دار الكتب العلمية، بيروت، طبعة ثانية) 7/223

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ہے (کہ کسی کی حق تلفی ہو رہی ہو) بر خلاف ان حدود کے جو خالص حق اللہ نہیں ہیں جیسے کہ قصاص، کیونکہ اسمیں معاوضہ والا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ جابر (تلافی کرنے والے) ہیں، ان تمام معاوضات کی طرح جو کہ بندوں کے حقوق ہیں۔ انتھی[56]

اسی طرح "الاشباہ والنظائر" میں لکھا ہے:

"الاشارۃمن الأخرس معتبرۃوقائمۃمقام العبارۃ فی کُلّ شیئ۔۔۔الافی الحدود ولو حد قذف، وھذا مما خالف فیه القصاص الحدود"[57]

(ترجمہ) اشارہ گونگے کا معتبر ہے اور کلام کے قائم مقام ہے ہر چیز میں۔۔۔ مگر حدود میں اگرچہ وہ حد قذف ہو، اور یہ وہ جگہ ہے جس میں قصاص کا حکم حدود کے خلاف ہے۔

لہٰذا مذکورہ تمام عبارات کا خلاصہ یہی نکلا کہ گونگا اگر عاقل وبالغ ہو تو ہر قسم کے حقوق العباد (خرید، فروخت، ہبہ، قرض وغیرہ) میں اسکا اقرار نافذ ولازم ہو گا جبکہ حدود میں اگر وہ اقرار کرے خود پہ حد جاری کرنے کا تو اس کے اقرار کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس پہ حد جاری نہیں ہو گی ماسوائے قصاص کے کہ چونکہ قصاص میں حق عبد بھی ہے اسی لیے اس میں گونگے کے اقرار کو نافذ مانا جائے گا۔

قوتِ گویائی سے محروم شخص کے ذبیحہ کا شرعی حکم:

ذبیحہ اصل میں بمعنیٰ مفعول کے ہے یعنی مذبوحہ (ذبح شدہ) جانور، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مذبوحہ جانور کے لیے یہ شرط مقرر کی ہے اس پہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

فکلوامِمّاذُکراسمُ اللّٰہِ علیہِ اِن کُنتُم بِاٰیاتہ مُؤمنین[58]

چنانچہ ہر اس (حلال) جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اگر تم واقعی اس کی آیتوں پہ ایمان رکھتے ہو۔[59]

جس جانور پہ ذبح کے وقت تسمیہ نہ پڑھی جائے جسے فقہاء کی اصطلاح میں متروک التسمیہ جانور کہا جاتا ہے اسکے حکم کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، احناف کے ہاں اگر تارک تسمیہ بھول کر بسم اللہ چھوڑدے تو جانور حلال ہے لیکن عمداً یعنی جان بوجھ کر تسمیہ چھوڑنے کی صورت میں جانور حرام ہو جائے گا، جبکہ شوافع کے ہاں اگر ذابح (ذبح کرنے والا) مسلمان ہے تو خواہ وہ بھول کر تسمیہ چھوڑدے یا عامداً، دونوں صورتوں میں جانور حلال ہو گا

---

[56] والحدود والخالصۃ للہ تعالیٰ لاتُعتبر اشارتہ فیھا، لانھا انما شُرعت زاجرۃً ولیس فیھا معنی البدلیۃ اصلاً، واللہ غنیّ عن العالمین، فلاتثبت مع الشبھۃ لعدم الحاجۃ، بخلاف غیر الخالص حقاًللہ تعالیٰ کالقصاص، لأن فیہ معنی المعاوضۃ من حیث أنہ شرع جابراً کسائر المعاوضات التی ھی حق العبد

محمد خالد الاتاسی، **شرح المجلۃ**، (المکتبۃ حبیبیۃ کوئٹہ) 1 / 194

[57] ابن نجیم زین الدین بن ابراھیم، **الاشباہ والنظائر**، (قدیمی کتب خانہ) ص:337

[58] سورۃ الانعام 118:8

[59] مفتی محمد تقی عثمانی، **آسان ترجمہ قرآن** (مکتبہ معارف القرآن) ص:419

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

کیونکہ مسلمان کے دل میں ہر وقت اللہ کا نام ہوتا ہے اسی لیے وہ گویا اللہ کے نام پہ ہی ذبح کر رہا ہوتا ہے، اور مالکیہ کے ہاں قرآن میں متروک التسمیہ جانور کے کھانے سے ممانعت آئی ہے اسی لیے خواہ نسیاناً تسمیہ چھوڑدے یا عمداً، دونوں صورتوں میں جانور حرام ہو گا۔[60]

گونگا آدمی اگر جانور ذبح کرے تو آیا اسکا ذبیحہ حلال ہو گا یا نہیں؟ کیونکہ وہ زبانی تسمیہ پہ سرے سے قادر ہی نہیں ہے،

تو احناف اور اکثر فقہاء کے ہاں چونکہ وہ شرعاً معذور ہے اور اسکے دل میں تسمیہ موجودہ ہے کیونکہ بظاہر ایک مسلمان اللہ کے نام پہ ہی ذبح کرتا ہے اسی لیے اسکے حق میں زبانی تسمیہ ساقط ہے، چنانچہ "بحر الرائق" میں لکھاہے:

"والأخرس عاجز عن الذكر فيكون معذوراً وتقوم الملة مقامه كالناسی بل أولىٰ لأنه ألزم"[61]

(ترجمہ) اور گونگا عاجز ہے زبانی ذکر سے تو وہ معذور شمار ہو گا اور اسکا اسلام ذکر کے قائم مقام ہو گا، جیسے کہ ناسی (بھولنے والے) کا حکم ہے بلکہ اسکا حق اس سے زیادہ ہے کیونکہ اسکا عذر لازمی ہے۔

اسی طرح "مبسوط سرخسی" میں لکھاہے:

(ترجمہ) اور گونگے کا ذبیحہ حلال ہے خواہ مسلمان ہو وہ یا کتابی، کیونکہ اسکا عذر بھولنے والے سے زیادہ ظاہر ہے پس جب بھولنے والے کے حق میں اسکے دین کو تسمیہ کے قائم مقام بنایا جاسکتا ہے تو گونگے کے حق میں بطریق اولیٰ دین کو تسمیہ کے قائم مقام بنایا جائے گا۔[62]

البتہ اسمیں یہ خیال رہے کہ فی زمانہ اہل کتاب چونکہ انکی اکثریت دین سماوی اور احکامِ سماوی پہ قائم نہیں بلکہ زیادہ تر ان میں سے صرف برائے نام اہل کتاب ہیں اور ذبح کے باب میں بھی وہ تسمیہ وغیرہ کا التزام نہیں کرتے ہیں اسی لیے اہل کتاب کے ذبیحہ سے احتراز لازم ہے چہ جائیکہ پھر وہ ایک گونگا ہو۔ واللہ اعلم

اہداف، مقاصد اور سفارشات

* **مقصد:** اس مقالے کا بنیادی مقصد گونگے افراد کے ایمانیات اور عبادات سے متعلق شرعی مسائل کو یکجا کرنا اور ان کی وضاحت فراہم کرنا ہے۔
* **ضرورت:** چونکہ اس موضوع پر اردو زبان میں کام نہایت کم یا ناپید ہے، اس لیے اس مقالے میں گونگے افراد کو درپیش روزمرہ کی شرعی مشکلات کا حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
* **فقہی بنیاد:** مقالہ اردو زبان میں تحریر کیا گیا ہے اور پاک و ہند میں فقہ حنفی کے غلبے کی وجہ سے مسائل کی بنیاد فقہ حنفی پر رکھی گئی ہے۔
* **معاشرتی رویے:** گونگے افراد اور عمومی طور پر معذورین کے ساتھ معاشرتی رویوں کی وضاحت کی گئی ہے، تاکہ ان کے حقوق اور عزت نفس کا تحفظ ممکن ہو سکے۔

---

60 دیکھیے: ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، **الہدایہ**، (مکتبۃ رحمانیۃ) 4/433

61 ابن نجیم زین الدین، **البحر الرائق شرح کنز الدقائق**، (مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت) 8/306

62 "وذبيحة الأخرس حلالا مسلماً كان أو كتابيا لأن عذره أبين من عذر الناسی فاذا كان فی حق الناسی تقام ملته مقام تسميته ففی حق الأخرس أولىٰ" شمس الدین سرخسی، **مبسوط سرخسی**، (دار المعرفۃ، بیروت) 5/21

* **تعلیمی وسائل کی کمی :** گونگوں کی تعلیم کے لیے موجودہ وسائل کی کمی کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس حوالے سے ذمہ دار افراد اور اداروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔
* **مزید تحقیق کی ضرورت :** متعلقہ ماہرین کے ساتھ مل کر ان شرعی مسائل میں جہاں اشاروں کی مدد لی جاتی ہے، ان اشاروں کو منظم اور معیاری بنایا جائے، جیسے دعا، نکاح، طلاق وغیرہ۔
* **وضع شدہ اشاروں کی جانچ :** پہلے سے موجود اشاروں کو پرکھا جائے تاکہ یہ یقین کیا جاسکے کہ وہ شرعی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں یا ان میں بہتری کی گنجائش ہے۔
* **دینی نصاب کی تیاری :** اہل مدارس اور دینی مکاتب اپنے مفتیان کرام اور ماہرین کے تعاون سے گونگے افراد کے لیے ایک بنیادی دینی نصاب تیار کریں اور اس نصاب کے تحت باقاعدہ کلاسز کا آغاز کریں۔
* **قرآنی تعلیم پر تحقیق :** ان ممالک میں جہاں گونگے افراد کو اشاروں کے ذریعے قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی ہے، ان اشاروں کی شرعی حیثیت پر غور کیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا یہ تلاوت کی شرعی ضروریات کو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔
* **معاشرتی رویوں کی اصلاح :** خطباء، اسپیکرز اور اساتذہ اپنے حلقوں میں معذور افراد کے ساتھ روا رکھے جانے والے استہزائیہ اور منفی رویوں کی حوصلہ شکنی کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیں۔

خلاصہ بحث

اسلام احترام انسانیت کا درس دیتا ہے اور معذور افراد کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ گونگے اور دیگر معذورین کو معاشرتی میل جول میں شامل کیا جائے اور انہیں احساس محرومی سے بچایا جائے۔ ان کے لیے تعلیم اور دینی رہنمائی کے خصوصی انتظامات کیے جائیں تاکہ وہ معاشرتی اور روحانی طور پر ترقی کر سکیں۔ فقہاء نے گونگے افراد کے اشاروں اور کتابت کو نکاح، طلاق اور دیگر معاملات میں معتبر قرار دیا ہے۔ عبادات میں گونگا فرد عام مسلمانوں کی طرح عمل کرے گا، البتہ قرآت اور اذکار دل میں ادا کرے گا۔ گواہی کے لیے لفظی شہادت ضروری ہے، اس لیے گونگے کی گواہی قابل قبول نہیں، لیکن حقوق العباد اور قصاص کے معاملات میں اس کے اقرار کو نافذ سمجھا جاتا ہے۔ گونگے افراد کا ذبیحہ، جس میں دل سے تسمیہ ہو، شرعاً حلال شمار ہوتا ہے۔ یہ تعلیمات معذور افراد کو برابری اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

مصادر و مراجع

* ابراهيم الحلبي، غنية المتملي شرح منية المصلي، سهيل اکیڈمی لاہور
* ابن نجيم زين الدين بن ابراهيم، الاشباه والنظائر، قديمى كتب خانه
* ابن نجيم زين الدين، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت
* ابن الهمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي، فتح القدير شرح هداية، دار الكتب العلمية، بيروت
* ابو الحسن برهان الدين على بن ابى بكر المرغيناني، الهدايه، مكتبة رحمانية

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

* ابوبکر البیہقی، بیہقی فی شعب الایمان، ط الرشد
* ابوالمحاسن حسن بن منصور قاضی خان، فتاوی قاضی خان، دار الکتب العلمیة، بیروت
* ابوفیض الحسینی الواسطی محمد مرتضیٰ، تاج العروس، دار الفکر، بیروت لبنان
* احمد بن حنبل، مسند احمد، ط دار الفکر، بیروت، طبع اولیٰ
* احمد بن حنبل، مسند احمد، ط الرسالة
* السید الشریف الجرجانی، التعریفات، المکتبة الحمادیہ، کراچی
* جمال الدین ابی الفضل محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان
* امام سعد الدین تفتازانی النسفی، شرح العقائد النسفی، مکتبہ علوم اسلامیہ، پشاور
* سلیم رستم باز، شرح المجلة، دار الکتب العلمیة، بیروت
* شمس الدین سرخسی، مبسوط سرخسی، دار المعرفة، بیروت
* علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیة، بیروت، طبعة ثانیة
* فتاوی عالمگیریة، مکتبة رشیدیہ
* کشف علوی، ڈیلی ٹائمز، ۲۳ جنوری ۲۰۲۲
* لویس علوف، المنجد، خزینہ علم و ادب
* محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، قدیمی کتب خانہ، کراچی
* محمد امین ابن عابدین، رد المحتار مع در المختار، دار الکتب العلمیة، بیروت
* محمد خالد الاتاسی، شرح المجلة، المکتبة حبیبیہ، کوئٹہ
* محمد ابن قدامہ، المغنی، ہجر، قاہرہ، طبع اولیٰ
* مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ
* مفتی محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن
* وھبة الزحیلی، الفقہ الاسلامی وأدلتہ، دار الفکر، دمشق